سرزمینِ فلسطین (اہمیت وفضیلت)

قرآن وحدیث کی روشنی میں (پہلی قسط)

مولانا محمد ارشد خان
فاضل دار العلوم دیوبند (وقف)، انڈیا

سرزمینِ فلسطین کو اللہ تعالیٰ نے خاص مقام واہمیت سے نوازا ہے، حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی وہاں بعثت وتشریف آوری نے اس سرزمین کو مزید جاذبِ نظر، خوش نما اور پرکشش بنادیا اور ان کی توجہات نے اس کی رفعت کو چار چاند لگادیے، کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی شخصیت مخزنِ خیر اور منبع برکات ہوتی ہے، اگر وہ کسی بنجر زمین میں بھی پہنچ جائیں تو وہ اُن کی برکت سے سبزہ زار ہوجائے، سنگلاخ علاقے سے گزریں تو اسے سرسبز و شاداب بنادیں، خارستان میں اپنے قدم میمنت لزوم رکھیں تو اسے گلستان بنادیں:

بر زمینے کہ نشان کفِ پائے تو بود
تا ابد سجدہ گہ اہلِ نظر خواہد بود

اس میں کوئی دورائے نہیں کہ ''حسن المکان بالمکین''، یعنی مکان کا حسن مکین سے ہے، نیز اگر مکین صاحبِ کمالات ہو تو مکان بھی دیگر مکانات میں ممتاز اور نمایاں ہوجاتا ہے، جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دارالہجرت مدینہ منورہ کو بنایا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ ساری انسانیت پر نہ صرف فائز بلکہ سببِ تخلیقِ کائنات تھے، تو مدینہ منورہ کو جو فضیلت حاصل ہوئی تو وہ اہلِ علم پر آفتاب نیم روز سے زیادہ واضح اور روشن ہے، حتیٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری آرام گاہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن مبارک روضۂ اطہر کی جس زمین مبارک سے مس ہے وہ حصہ ساری کائنات حتیٰ کہ بیت اللہ اور عرش وکرسی سے بھی افضل ہے۔ مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ ''المہند'' میں فرماتے ہیں کہ:

''فإنّ البقعة الشريفة والرحبة المنيفة التي ضمت أعضاءہٗ أفضل مطلقاً، حتی من الكعبة ومن العرش والكرسي كما صرح به فقهاؤنا رضي الله عنهم.''

(المهند علی المفند، ت: مفتي محمد بن آدم الكوثري، ص:٤٧، وكذا قاله علي القاري، انظر إلى إرشاد الساري إلى مناسك علي القاري، ص: ٧٤٧)

خلاصہ یہ کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی سرزمینِ فلسطین میں سکونت اور قربت نے اسے انوار و برکات کا جامع اور نہایت ہی مقدس بنادیا۔

سرزمینِ فلسطین کو یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ مسجد اقصیٰ کے قیام کے لیے جگہ کا انتخاب بھی اسی سرزمین کا ہوا، جو کہ تمام سابقہ انبیاء علیہم السلام کا قبلہ رہا اور اوائلِ اسلام میں مسلمانوں کا بھی وہی قبلہ تھا، پھر بحکمِ خداوندی ہمیشہ کے لیے بیت اللہ کو قبلہ مقرر کردیا گیا۔

نیز سرزمینِ فلسطین ایک تاریخی خطہ رہا ہے، اس سے نہ صرف جغرافیائی تاریخ وابستہ ہے، بلکہ دینی و اسلامی تاریخ کا ایک بڑا حصہ بھی اس کے دامن سے وابستہ ہے۔ بعض تفسیری روایات میں ہے کہ صخرۂ بیت المقدس (اس سے وہ پتھر مراد ہے کہ سفرِ معراج میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس تشریف لے گئے تھے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے براق کی رسی اسی پتھر سے باندھی تھی) سے ہی دنیا میں میٹھے پانی کا سلسلہ قائم ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ۵/۳۵۳)

قرآن کریم میں ارضِ مقدسہ اور اس کی برکات کا ذکر، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سے متعلق پیش گوئیاں، بشارتیں اور دعائیں اس کی اہمیت اور عظمت کو آشکارا کرتی ہیں، لہٰذا فلسطین کی عظمت و اہمیت کو قرآن وحدیث سے آشکارا کرنا اور اسے منصۂ شہود پر لانا یہ اہلِ علم کا وظیفہ ہے، راقم الحروف ذیل میں چند سطریں لکھنے کی کاوش کررہا ہے۔ اولاً تمہید کے طور پر ذیل میں چند باتیں ملاحظہ فرمائیں:

عہدِ نبوی کا شام و فلسطین

واضح رہے کہ فلسطین عہدِ نبوی میں جغرافیائی لحاظ سے ملک شام کا ایک مستحکم حصہ تھا، بعد میں اس میں تبدیلی آتی گئی، خلافتِ عثمانیہ کے دور میں سن ۱۶۰۰ء تک فلسطین شام میں داخل تھا، پھر ۱۶۱۴ء میں دو حصوں میں منقسم ہوگیا، نصف بیروت اور نصف شام کا حصہ بن گیا، بعد ازاں جب ۱۸۶۵ء میں سوریہ کا وجود عمل میں آیا تو قدس وغیرہ کو سوریہ میں داخل کردیا گیا اور اب فلسطین کا بیشتر حصہ اسرائیل کے ناجائز قبضے میں ہے۔

''معجم البلدان'' مترجم میں ہے: ''فلسطین: یہ کبھی شام کا ایک صوبہ تھا، لیکن آج کل یہ ایک الگ ملک ہے، جس کا بیشتر حصہ اسرائیل کے تحت ہے اور کچھ اردن کا حصہ ہے۔ اس کی حدود یہ ہیں: شمالاً جنوباً: اندازاً دو سو میل، شرقاً غرباً: زیادہ سے زیادہ نوے میل، مشرق میں: اردن، مغرب میں: بحیرہ روم، شمال میں: لبنان، جنوب میں: صحرائے سینا۔ اس کے بڑے بڑے شہر یہ ہیں: بیت المقدس، طبریہ، رملہ، غزہ، عسقلان،

جافہ، تل ابیب، عکہ، خلیل، نابلس۔'' (معجم البلدان مترجم: ۲۶۲)

سرزمینِ شام میں ہے کہ:

''اسلامی دور میں شام کی حدود جنوبی ترکی سے شمالی سعودی عرب تک وسیع تھی اور اس میں موجودہ شام کے علاوہ ترکی کے جنوبی شہر (مصیصہ، حران، الرہا، دیار بکر، طرسوس، اضنہ اور انطاکیہ)، لبنان، اردن اور فلسطین شامل تھے۔ تبوک تک کا سعودی علاقہ بھی شام کا حصہ شمار ہوتا تھا۔''

(فضائل الشام مترجم، ص:۱۱)

''تحفة الألمعي''میں ہے کہ:

''ملک شام کے اب چار ملک بن گئے ہیں: ۱-سوریہ: جس میں دمشق، حمص، حمات اور حلب واقع ہیں، ۲-لبنان، ۳-اردن جس میں عمان اور خلیج عقبہ ہیں، ۴-فلسطین جس میں قدس اور غزہ ہیں۔'' (تحفۃ الالمعی: ۵/۵۷۰)

آمدم برسرِ مطلب: لہٰذا کتاب وسنت میں فلسطین کے جو فضائل ومناقب بیان ہوئے ہیں وہ تو بالکل بجا اور برمحل ہیں، البتہ جو فضائل شام کے ساتھ خاص ہیں وہ بھی بلاتردد فلسطین کو شامل ہیں، لہٰذا فلسطین کے حوالے سے ذیل میں جو فضائل نقل کیے جائیں گے وہ یا تو بلاواسطہ ہوں گے یا بالواسطہ۔

صاحبِ ''أربعون''ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''وقد يتساءل البعض أن جملة من الأحاديث في هٰذا الكتاب جاءت بذكر الشام وليس فلسطين وهنا تجدر الإشارة إلى أن فلسطين كلها جزء طبيعي أصيل داخل في بلاد الشام .'' (الأربعون، ص: ۹)

اب ذیل میں فلسطین کے فضائل اور بابرکت تذکرہ پر قرآن وحدیث کی ضیاء پاشی ملاحظہ فرمائیں:

ذکرِ فلسطین در کلامِ رب العالمین

❶: سفرِ معراج اور سرزمینِ فلسطین

سورۂ اسراء میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ'' (الاسراء:۱)

ترجمہ: ''وہ پاک ذات ہے جو اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو شب کے وقت مسجد حرام

(یعنی مسجد کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں لے گیا۔'' (ترجمہ بیان القرآن از حضرت تھانویؒ)

حضور اکرم ﷺ قبل ہجرت جب سفرِ معراج پر تشریف لے گئے تو سفر کے آغاز اور سفر کی انتہا میں آپ ﷺ کو بیت المقدس فلسطین سے گزارا گیا، آپ نے وہاں حضرات انبیاء علیہم السلام کی امامت بھی فرمائی (عند البعض حضور ﷺ نے معراج پر تشریف لے جاتے وقت اور واپسی میں دونوں موقع پر امامت فرمائی۔)[1] بیت المقدس چونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا مسکن ومرکز اور ان کے فیوض وبرکات کا سرچشمہ رہا ہے تو حضور اکرم ﷺ کو وہاں پہنچا کر وہاں کے سارے انوار وبرکات کا جامع وحامل بنا دیا گیا۔[2] لہٰذا معراج جیسے عظیم الشان اور فقید المثال سفر میں حضور اکرم ﷺ کا بیت المقدس فلسطین تشریف لے جانا اس کی اہمیت وعظمت کو آشکارا کرتا ہے۔

''شرح مشکل الآثار''میں ہے:

''عن أنس بن مالك أن رسول الله ﷺ لما جاء بيت المقدس في الليلة التي أسري بهٖ إليه فيها، بُعِثَ لهُ آدم، ومَنْ دُونَهُ من الأنبياء، وأَمَّهُمْ رسولُ الله.''

(شرح مشكل الآثار: ١٢/ ٥٣٨ رقم الحديث: ٥٠٠٩)

ترجمہ:''رسول اللہ ﷺ جب بیت المقدس میں تشریف لائے، اس رات جبکہ آپ کو اُس کی طرف سیر کرائی گئی تھی، تو حضرت آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اور ان سے نیچے کے انبیاء (علیہم السلام) کو آپ کے لیے بھیجا گیا، اور ان کی رسول اللہ ﷺ نے امامت فرمائی۔''

❷: بنی اسرائیل اور سرزمینِ فلسطین

سورۂ مائدہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ کَتَبَ اللّٰہُ لَکُمْ'' (المائدۃ:۲۱)

ترجمہ:''اے میری قوم! اس متبرک ملک میں داخل ہو کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے حصہ میں لکھ دیا ہے۔'' (ترجمہ بیان القرآن از حضرت تھانویؒ)

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو قوم عمالقہ سے جہاد کر کے ان سے انبیاء علیہم السلام کی مقدس سرزمین لینے کے لیے ہدایت دی، تاہم انہوں نے قومِ عمالقہ سے خوف زدہ ہو کر جہاد سے پہلو تہی اختیار کر لی، لہٰذا اس آیت سے بھی انبیاء علیہم السلام کی مقدس سرزمین شام وفلسطین کا تقدس واضح ہوتا ہے۔

''مدارك التنزيل مع الاكليل''میں ہے:

''یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ'' أي المطهرة أو المباركة وهي أرض بيت

المقدس أو الشام.'' (تفسير المدارك مع الاكليل: ۳/۲۸)

3: حضرت ابراہیم ولوط علیہما الصلوٰۃ والسلام اور سرزمینِ فلسطین

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ان کی قوم میں سے صرف حضرت لوط علیہ السلام ایمان لائے تھے، جو کہ حضرت کے بھتیجے تھے، نیز تفسیری روایات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب آتشِ نمرود نے حضرت کو متاثر نہ کیا تو نمرود نے مرعوب ومبہوت ہوکر حضرت سے کچھ تعرض نہ کیا، پھر بحکمِ خداوندی حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کے ہمراہ عراق سے شام کے علاقے کی طرف تشریف لے گئے بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین اور حضرت لوط علیہ السلام موتفکہ (فلسطین سے ایک دن کی دوری پر واقع تھا) کی طرف تشریف لے گئے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ'' (الانبياء:۷۱)

ترجمہ:''اور ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو اور (ان کے برادرزادے) لوط (علیہ السلام) کو ایسے ملک (یعنی شام) کی طرف بھیج کر بچالیا جس میں ہم نے دنیا جہاں والوں کے واسطے (خیرو) برکت رکھی۔'' (ترجمہ بیان القرآن از حضرت تھانویؒ)

تفسیر ابی سعود میں ہے:

''(وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ) أي من العراق إلى الشام وبركاته العامة أن أكثر الأنبياء بعثوا فيه فانتشرت في العالمين شرائعهم التي هي مبادي الكمالات والخيرات الدينية والدنيوية وقيل: كثرة النعم والخصب الغالب. روي أنه عليه السلام نزل بفلسطين ولوط عليه السلام بالمؤتفكة وبينهما مسيرة يوم وليلة.'' (تفسير أبي سعود: ۶/۷۷)

4: حضرت سلیمان علیہ السلام اور سرزمینِ فلسطین

جس طرح حضرات انبیاء علیہم السلام کو حسبِ ضرورت معجزات دیے گئے، اسی طرح حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے منطقِ طیر، تسخیرِ جن وحیوانات اور تسخیرِ ریاح کا عظیم الشان محیر العقول معجزہ عطا فرمایا تھا، جب حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے مسکن فلسطین سے کہیں دور نکلتے تو ہوا آپ کو آپ کے حکم سے آپ کے مسکن فلسطین میں دوبارہ پہنچا دیتی تھی۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِأَمْرِهٖ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ'' (الانبياء:۸۱)

ترجمہ: ’’اور ہم نے سلیمان (علیہ السلام) کا زور کی ہوا کو تابع بنا دیا تھا کہ وہ ان کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی جس میں ہم نے برکت رکھی ہے (مراد ملک شام ہے) اور ہم ہر چیز کو جانتے ہیں۔‘‘ (ترجمہ بیان القرآن از حضرت تھانویؒ)

’’تفسیر السعدي‘‘ میں ہے:

’’إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا‘‘ وهي أرض الشام، حيث كان مقرۂ فيذهب على الريح شرقا وغربا، و يكون مأواها ورجوعها إلى الأرض المباركة.‘‘

(تفسير السعدي:٦١٦)

’’صفوة التفاسير‘‘ میں ہے:

’’تَجْرِي بِأَمْرِهِ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا‘‘ أي تسير بمشيئته وإرادته إلى أرض الشام المباركة بكثرة الأشجار والأنهار والثمار، وكانت مسكنه ومقر ملكه.‘‘ (صفوة التفاسير للصابوني:٢/ ٢٧٠)

5: حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام سرزمینِ فلسطین میں

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

’’وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ‘‘ (سورۃ المؤمنون:۵۰)

ترجمہ: ’’اور ہم نے مریم کے بیٹے کو اور ان کی ماں کو بڑی نشانی بنایا اور ہم نے ان دونوں کو ایک ایسی بلند زمین پر لے جا کر پناہ دی جو (بوجہ غلات اور میوہ جات ہونے کے) ٹھہرنے کے قابل اور شاداب جگہ تھی۔‘‘ (ترجمہ بیان القرآن از حضرت تھانویؒ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی کے طور پر جب بغیر پدر کے پیدا ہوئے تو اس بات کا چرچا ہونے کے بعد بیت اللحم کا بادشاہ آپ اور آپ کی والدہ کا دشمن ہوگیا، لہٰذا آپ کی والدہ آپ کو لے کر ایک اونچے ٹیلہ میں روپوش ہوگئیں، جسے قرآن نے ایک ایسا مقام قرار دیا ہے جو پرسکون بھی تھا اور وہاں چشمہ بھی جاری تھا، جس کے بارے میں اکثر مفسرین نے بیت المقدس، دمشق یا فلسطین کا مقام مراد لیا ہے۔ نیز تفسیری روایات میں آتا ہے کہ تقریباً بارہ سال آپ اور آپ کی والدہ وہاں مقیم رہے، جب بیت اللحم کا بادشاہ انتقال کر گیا تو آپ حضرات باہر تشریف لائے۔ تفسیر البیضاوی میں ہے:

’’(وَآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ) أرض بيت المقدس، فإنها مرتفعة أو دمشق أو رملة فلسطين أو مصر.‘‘ (تفسير البيضاوي: ٨٩/ ٤)

6: سورہ التین اور سرزمینِ فلسطین

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

’’وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ۔‘‘ (سورۃ التین ۱-۳)

ترجمہ: ’’قسم ہے انجیر (کے درخت) کی اور زیتون (کے درخت) کی اور طور سینین کی اور اس امن والے شہر (یعنی مکہ معظّمہ) کی۔‘‘ (ترجمہ بیان القرآن از حضرت تھانویؒ)

اللہ تعالیٰ نے تاکیداً ’’تین وزیتون‘‘ کی قسم کھا کر انسان کی تخلیق باحسنِ تقویم کو بیان فرمایا ہے، بیشتر مفسرین کے نزدیک تین وزیتون سے فلسطین وبیت المقدس کی طرف اشارہ ہے اور مراد اس سے وہ جگہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا اور انہیں وہاں انجیل دی گئی۔ ’’طور سینا‘‘ سے مراد وہ مقام ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رب جل مجدہٗ سے شرفِ کلامی حاصل ہوا اور آپ کو تورات دی گئی، ’’بلد أمین‘‘ سے مراد مکہ مکرمہ ہے، جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا اور آپ پر قرآن کریم نازل ہوا اور یہ بات تورات میں بھی موجود ہے۔ ’’صفوۃ التفاسیر‘‘ میں ہے:

’’ذهب بعض الأئمة إلى أن هٰذه محال ثلاث، بعث الله في كل منها نبياً مرسلاً من أولي العزم أصحاب الشرائع الكبار، فالأول : محلة التين والزيتون وهي بيت المقدس التي بعث الله فيها عيسى عليه السلام. والثاني : طور سينين وهو طور سيناء الذي كلم الله عليه موسى بن عمران. والثالث : البلد الأمين الذي من دخلهٗ كان آمناً، وهو الذي أرسل الله فيه محمداً، وقد ذكر في آخر التوراة هٰذه الأماكن الثلاثة، جاء الله من طور سيناء - الجبل الذي كلم الله عليه موسى - وأشرق من ساعير - يعني جبل بيت المقدس الذي بعث الله منه عيسى - واستعلن من جبال فاران - يعني جبال مكة التي أرسل الله منها محمداً.‘‘ (صفوة التفاسير: ۳/ ۵۷۸)

ذکرِ فلسطین در کلامِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

①: بیت المقدس اور قبلۂ مسلمین

شروع اسلام میں ہجرت سے کچھ دنوں قبل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکمِ الٰہی بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا شروع کی اور وہ سلسلہ بعد ہجرت تقریباً سولہ یا سترہ ماہ تک جاری رہا، پھر آیتِ تحویل نازل ہوئی اور مکہ مکرمہ کو ہمیشہ کے لیے قبلۂ مسلمین بنا دیا گیا۔ (۳)

بخاری شریف میں ہے:

’’عن البراء بن عازبؓ عنه قال : صلينا مع رسول الله ﷺ نَحوَ بيت المقدس سِتَّةَ عَشَرَ أو سَبْعَةَ عَشَرَ شهرًا، ثم صُرِفْنَا نحو الكعبة.‘‘

(بخاری شریف، ت:تقی الدین ندوی:۱۷/۴، رقم الحدیث:۴۴۹۲)

ترجمہ: ’’حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ سولہ یا سترہ مہینوں تک بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز ادا کی، پھر ہمیں بیت اللہ کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا گیا۔‘‘

②: روئے زمین پر دوسری مسجد بیت المقدس تعمیر ہوئی

بیت اللہ شریف کی تعمیر کے چالیس سالوں بعد بیت المقدس کی تعمیر وجود میں آئی اور بیت المقدس باعتبارِ تعمیر کے روئے زمین کی دوسری مسجد قرار پائی۔ بخاری شریف میں ہے:

’’سَمِعْتُ اَبَا ذَرٍّ قَالَ : قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللهِ! اَيُّ مَسْجِدٍ وُضِعَ فِي الأرْضِ اَوَّلُ؟ قَالَ: الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ . قُلْتُ : ثُمَّ اَيُّ؟ قَالَ: الْمَسْجِدُ الْاَقْصٰى . قُلْتُ : كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ: اَرْبَعُوْنَ سَنَةً، ثُمَّ اَيْنَمَا اَدْرَكَتْكَ الصَّلَاةُ بَعْدُ فَصَلِّهِ، فَإِنَّ الْفَضْلَ فِيهِ.‘‘ (بخاری شریف، ت:تقی الدین ندوی:۳/۱۴۵، رقم الحدیث:۳۳۶۶)

فائدہ: اگر چالیس سال سے تحدید یعنی حقیقی چالیس سال مراد لیا جائے تو اس تعمیر کی نسبت حضرت آدم علیہ السلام کی طرف کی جائے گی کہ آپ نے دونوں کی بنیاد رکھی اور دونوں کے درمیان چالیس سالوں کا وقفہ ہوا، یا یہ کہ ملائکہ نے ان دونوں کو چالیس سال کے وقفے کے ساتھ تعمیر کیا۔

اور اگر حدیث کی مراد حضرت ابراہیم وسلیمان علیہما السلام ہیں تو چونکہ دونوں کے درمیان سیکڑوں سالوں کا فاصلہ رہا ہے، لہٰذا حدیث میں چالیس سال سے مراد تکثیر ہوگی، تحدید نہیں۔ (مستفاد من نجاح القاری شرح البخاری: ۱۸/۱۷۶۔ انعام الباری:۸/۱۸۶، ہامش البخاری، ت:تقی الدین ندوی:۳/۱۴۵)

③: بیت المقدس میں نماز کی گراں قدر فضیلت

بیت المقدس میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ ابن ماجہ میں ہے:

’’عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي بَيْتِهِ بِصَلَاةٍ وَصَلَاتُهُ فِيْ مَسْجِدِ الْقَبَائِلِ بِخَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ صَلَاةً وَصَلَاتُهُ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِيْ يُجَمَّعُ فِيْهِ بِخَمْسِ مِائَةِ صَلَاةٍ وَصَلَاتُهُ فِي الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى بِخَمْسِيْنَ

اَلْفَ صَلَاةٍ وَصَلَاتُهٗ فِيْ مَسْجِدِيْ بِخَمْسِيْنَ اَلْفَ صَلَاةٍ وَصَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَةِ اَلْفِ صَلَاةٍ.'' (ابن ماجہ قدیم،ص:۱۰۲)

④: حصولِ ثواب کے لیے بیت المقدس کا سفر

حصولِ ثواب کی نیت سے صرف تین مساجد کی طرف سفر کی اجازت ہے اور باقی ساری مسجدیں چونکہ نفسِ ثواب میں یکساں ہیں، لہٰذا ان کی طرف حصولِ ثواب کے لیے سفر کرنا بے سود ہے، لہٰذا احادیث میں صرف تین مساجد کی طرف سفر کی اجازت دی گئی ہے، اس میں سے ایک مسجد بیت المقدس بھی ہے۔ بخاری شریف میں ہے:

''عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الرَّسُولِ، وَمَسْجِدِ الْأَقْصٰى.''

(بخاری شریف، ت: تقی الدین ندوی: ۱/۱۵۷، رقم الحدیث: ۱۱۸۹)

(جاری ہے)